

زکوٰۃ کے مصارف

سید یعقوب شاہ، سابق آڈیٹر جنرل پاکستان

۱۔ مولانا ابوالکلام صاحب آزاد ترجمان القرآن میں سورۃ توبہ کی آیت زکوٰۃ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: "زکوٰۃ کی نوعیت عام خیرات کی سی نہیں ہے بلکہ یہ اپنے پورے معنوں میں ایک انکم ٹیکس ہے، جو اسلامی حکومت نے ہر کمانے والے فرد پر لگایا ہے۔ بشرطیکہ اس کی کمائی اس کی ضروریات زندگی سے زیادہ ہو۔ موجودہ زمانے کے انکم ٹیکسوں میں اور اس میں صرف دو باتوں کا فرق ہے۔ ایک یہ کہ اپنی نوعیت میں یہ زیادہ وسیع ہے۔ یعنی صرف کاروبار کی گھٹتی بڑھتی آمدنی پر ہی عائد نہیں ہوتا بلکہ اندوختہ پر بھی واجب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ اس سال کوئی نئی آمدنی نہ ہوئی ہو۔ نیز اس سال کی تمام ملکیتیں بھی اس میں داخل ہیں جو بڑھنے کی استعداد رکھتی ہوں۔ مثلاً مویشی۔ دوسری یہ کہ مقصد کے لحاظ سے یہ ایک خاص مصرف رکھتا ہے، جس کی مختلف صورتیں معین کر دی گئی ہیں۔ اسٹیٹ کو حق نہیں کہ ان مصارف کے علاوہ کسی دوسرے مصرف میں خرچ کرے" لہ گویا زکوٰۃ ایک متم کائیکس ہے، جیسے تنظیم کے ماتحت اکٹھا کرنا مقصود قرآن پاک ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور ہر کسی کو اپنی اپنی جگہ اسے خرچ کرنے کی اجازت ہوتی تو "عاطلین علیہا" کو مصارف زکوٰۃ میں شامل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر تنظیم اختیاری ہوتی تو حضرت ابو بکرؓ کو ان مسلمانوں سے جنگ کرنے کی نوبت کیوں آتی، جنہوں نے زکوٰۃ کی ادائیگی کے معاملے میں خود مختاری چاہی تھی۔ سید سلیمان صاحب ندوی فرماتے ہیں:-

(یہ مقالہ بین الاقوامی اسلامی کانفرنس منعقدہ فروری ۱۹۷۷ء کے لئے لکھا گیا۔ مدیر۔)

لے ترجمان القرآن ابوالکلام آزاد۔ ص ۱۳۴

© rasailojaraid.com

مال کو اکٹھا کر کے وہ کن مصارف میں خرچ کر سکتی ہے۔ گویا پہلی دفعہ اسلامی حکومت کو رعایا سے ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی گئی۔ اس ٹیکس کو دینی حیثیت اس لئے دی گئی تاکہ لوگ اسے خوش دلی اور بغیر ہیرا پھیری کے ادا کر دیں اور اس کے مصارف کا تعین اس لئے کر دیا گیا تاکہ یہ سرمایہ سلاطین اور حاکموں کے ہاتھوں میں کھلوانا نہ بن جائے۔ اور ریاست اور ریاست کی دوسری آمدنیوں کی طرح یہ بھی ان کے عیش و عشرت کے پُر تکلف سامانوں کی نذر نہ ہو جائے سکے۔ کن اشیاء پر کس مقدار میں اور کس وقت زکوٰۃ عائد ہوگی، یہ سب تفصیلات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیں۔ اور اس طرح اسلامی نظام محاصل کا ایک مرکز قائم ہو گیا جس کے ارد گرد آئندہ حکومتیں اپنی اپنی ضروریات کے مطابق محاصل کے نئے نئے محل تعمیر کر سکتی ہیں۔ لیکن مرکز اسی طرح قائم رہے گا اور دینی تقدس اسی کو حاصل ہوگا۔

(۳) اگر تسلیم کر لیا جائے کہ زکوٰۃ ایک مٹم کا ٹیکس ہے تو پاکستان جیسے ممالک میں مسلمان رعایا کو رجبری ٹیکس ادا کرنے پڑتے ہیں اور غیر مسلم رعایا صرف ایک ادا کرتی ہے۔ پہلے ایسا نہ ہوتا تھا۔ مثلاً عشر یا خراج ادا کرنے کے بعد زمیندار دنیا و دین دونوں کے مطالبات سے نجات حاصل کر لیتا تھا۔ لیکن اب پہلے سے زیادہ لگان ادا کرنے کے بعد بھی زکوٰۃ کی ادائیگی اس کے ذمے باقی رہ جاتی ہے۔ چنانچہ یہ بات قابل غور ہے کہ مسلمانوں کی اس معاملے میں کیا دستگیری ہو سکتی ہے۔ حکومت دفاع اور رفاہ عامہ کے کئی ایسے کام کر رہی ہے جو مصارف زکوٰۃ میں شامل ہیں۔ چنانچہ احقر کی تجویز یہ ہے کہ جو خرچ حکومت ان کاموں پر کرتی ہے، جو مصروف زکوٰۃ ہیں، اس کے محاذی ٹیکس دہندگان کا ٹیکس زکوٰۃ میں مجرا ہونا چاہیے۔ اس کے لئے یہ درکار ہوگا کہ ٹیکس دینے والا اپنے ادا کردہ ٹیکس اور اس میں مشمول رقم زکوٰۃ سے حکومت کو مطلع کرے۔ یہ فیصلہ حکومت کرے گی کہ اس کا اعلان کس وقت کس کے سامنے اور کس طریقے سے ہو۔ ان اعلان کردہ رقوم کو ایک طرف جمع کر لیا جائے اور دوسری طرف ان سب مدات کے خرچ کو جمع کر لیا جائے جو مصروف زکوٰۃ ہیں۔ اگر مؤخر الذکر زکوٰۃ کی رقم کے برابر یا اس سے زائد ہو تو ٹیکس دہندگان کو مزید زکوٰۃ ادا کرنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اگر کم ہو تو مثلاً آٹھ فیصد

کے برابر ہو تو حکومت کو اعلان کرنا ہو گا کہ زکوٰۃ کا ۱۰ حصہ زکوٰۃ ادا کرنے والوں کے ذمے رہ گیا ہے، وہ اسے خود ادا کر دیں۔ اس طرح ایک طرف زکوٰۃ دینے والوں کو بڑی حد تک رعایت اور سہولت میسر ہو جائے گی اور دوسری طرف حکومت مذہب کے عائد کردہ فرض سے سبکدوش ہو سکے گی۔ اور ایسا کرنے میں اس پر کوئی خاص بار نہیں پڑے گا۔

(۴) اس تجویز کی راہ میں چند رکاوٹیں ہیں۔ احکام زکوٰۃ کی موجودہ تاویل کے مطابق غنی، آل ہاشم اور غیر مسلم پر زکوٰۃ خرچ نہیں کی جاسکتی لیکن حکومت اپنے رفاہی کاموں میں مسلم اور غیر مسلم اور سید اور غیر سید اور کسی حد تک غریب اور امیر میں امتیاز نہیں کر سکتی۔ دوسری شرط یہ لگائی جاتی ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جائے، مالک بنا کر دی جائے۔ لیکن دفاع اور رفاہی اداروں کے بیشتر خرچ میں یہ شرط پوری نہیں کی جاسکتی۔ چنانچہ سوچنے کی بات یہ ہے کہ آیا ان شرائط سے کسی طرح گریز ممکن ہے۔

(۵) قرآن مجید میں زکوٰۃ کے متعلق حسب ذیل آیت موجود ہے:-

انما الصدقات للفقراء والمساكين	صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو
والعالمین علیہا والمولفۃ قلوبہم	کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا
وفی السرباب والغارمین وفی	منظور ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں
سبیل اللہ وابت السبیل فریضۃ	کے قرضہ میں اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اور مسافروں میں۔ یہ
من اللہ واللہ علیم حکیم۔	حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے

(۹۰:۹) اور بڑی حکمت والے ہیں۔

دنیا کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہے کہ محتاج و فقیر کی دشگیری کو حکومت کے مالی فرائض میں شامل کیا گیا ہے۔ لیکن اس آیت میں زکوٰۃ کے آٹھ مصارف کا ذکر ہے اور ان میں سے کسی ایک کو دوسرے سے منسلک نہیں کیا گیا۔ اس لئے ہر مصرف اپنے طور پر آزادانہ زکوٰۃ میں حصہ کا حق دار ہونا چاہیے۔ لیکن یہ بعض علماء کی رائے ہے کہ فقر کی شرط سب مصارف میں لازم ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک عالمین صدقہ کے علاوہ باقی تمام مصارف میں فقر و حاجت مندی شرط ہے ۵۰

۵۰ قرآن میں نظام زکوٰۃ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب - ص ۵۰

زکوٰۃ کی طبعی وجہ سے حکومت پاکستان نے ۱۹۵۰ء میں قائم کیا تھا، اپنی رپورٹ میں لکھتی ہے:- "سلف متقدمین" میں فی سبیل اللہ کی عام وسیع تعبیر بن حضرت نے کی ہے، اس کے ساتھ فقر و احتیاج کی قید لگائی گئی ہے، جیسا بدائع الصنائع میں لکھا ہے کہ وہ شخص جو کسی دینی خدمت میں اور نیک کام میں مشغول ہو، وہ صرف زکوٰۃ میں داخل ہے۔ بشرطیکہ وہ محتاج و فقیر ہو (بدائع ص ۴۵ ج ۲)۔ اور اگر کوئی استثناء ہے تو وہ صرف غازی فی سبیل اللہ اور الحج والعمرة فی سبیل اللہ کے بارے میں ہے۔ جن کے متعلق احادیث موجود ہیں مگر لیکن ابن حبان (متوفی ۳۵۴ھ) لکھتے ہیں:-

الذی یقتضیہ تعداد ہذا (مستحقین زکوٰۃ کے) ان اوصاف کو گنا اس بات کا مقتضی الاوصاف انہا لا تمد داخل واشتلا ہے کہ وہ ایک دوسرے میں داخل نہیں اور اگر فقر کی شرط کو الفقر فی بعضہا یقتضی التداخل بعض کے ساتھ لگا دیا جائے تو یہ دخل لازم آجاتا ہے پس اگر فان کان الغازی والحاج شرط غازی یا حاجی کو زکوٰۃ دینے کی شرط یہ ہوتی کہ وہ فقیر ہو تو اعطائہ الفقر فلا حاجۃ لذكرہ ان (اصناف) کے ذکر کرنے کی حاجت نہ تھی کیونکہ وہ لانه منذ سرج فی عموم الفقراء فقر کی عام (صنف) میں شامل تھے (لیکن حقیقت یہ ہے بل کل من کان یوصف من ہذا کہ) جس کسی میں ان اوصاف میں سے ایک بھی پایا جائے الاوصاف جائز الصرف الیہ اس پر (زکوٰۃ) خرچ کرنا جائز ہے۔ چاہے وہ فقیر ہو علی ای حال کان من فقر او غنی یا غنی۔ کیونکہ اس میں وہ وصف پوری طرح لانه قام بہ الوصف الذی پایا جاتا ہے جس کی وجہ سے اس پر صرف اتقنی الصرف الیہ کہ جائز ہے۔

زمخشری (متوفی ۵۳۸ھ) اپنی کتاب "کشاف" میں لکھتے ہیں:-

ارسخ فی استحقاق التقديق علیہم فی سبق آخری چار اصناف کے لئے لفظ (فی) آیا ہے اس لئے ذکرہ لان فی اللوامع فنبہ علی انہم احقاء اس کا استحقاق پہلی چار کی نسبت زیادہ ہے۔

لے گزٹ پاکستان خصوصی مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۵۴ء ص ۶۷

کے تفسیر بحر محیط ج ۵ - ص ۶۰ - مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ

زمرہ شری کی اس رائے سے ابن حبان نے بھی اتفاق کیا ہے۔

(۶) یہ تو تھا قرآن پاک کا حکم۔ اس سے زکوٰۃ کے خرچ کے لئے فقر کی شرط لازم نہیں آتی۔ اب لیجئے

احادیث۔ پہلے حسب ذیل دو پر غور فرمائیے۔

(الف) عن ابن عباسؓ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعث معاذ بنی معاذ کو یمن بھیجا (۹ھ) تو ان سے فرمایا :-

ان لوگوں کو دعوت دینا کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اس کا رسول ہوں۔ جب لوگ یہ مان لیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے دن رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور جب وہ یہ بھی مان جائیں تو ان سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال میں زکوٰۃ فرض کی ہے جو تمہارے امراء سے لی جائے گی اور تمہارے فقراء کو لوٹا دی جائیگی۔

رب، عن انس بن مالک ان رجلاً قال لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: نشدتک اللہ اللہ امرک ان تأخذ الصدقة من اغنیائنا فتردها علی فقرائنا۔ قال: نعم الخ۔

ان حدیثوں سے یہ استنباط کیا گیا ہے کہ زکوٰۃ صرف فقیروں اور وہ بھی مسلمان فقیر ہی کو مل سکتی ہے۔ یہ دونوں حدیثیں زکوٰۃ کے عمومی اثر کو ظاہر کرتی ہیں۔ یعنی بتاتی ہیں کہ امیروں پر جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسے غریبوں کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے گا۔ یہی ہر رفاہی ٹیکس کا مقصد ہوتا ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہونا کہ رعایا کی بہبود کے جو کام کئے جائیں گے، ان سے غریبوں کے علاوہ دوسروں کو استفادہ کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ نہ اس قسم کی کسی ممانعت کا ذکر ان احادیث میں آیا ہے اور نہ ہمیں

اسے ان میں داخل کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔ ورنہ آنحضرت صلعم کے واضح احکام سے جن کا ذکر آگے آئے گا، تصادم ہو جائے گا۔

(۷) غنی اور صدقہ کے بارے میں تیرہ صحابہ کرام سے روایات موجود ہیں۔ چار میں غنی کو سوال کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ ان کا ہمارے موضوع سے کوئی تعلق نہیں۔ ایک میں جس کے راوی ابو سعید خدریؓ ہیں، فرمایا ہے: "لا تحل الصدقة لغنی الا لخصته: العامل علیہا ورجل اشتراها بماله او غارم او غازی سبیل اللہ اور مسکین تصدق علیہ۔ منها فاهداھا لغنی: یعنی غنی کے لئے زکوٰۃ پانچ صورتوں میں جائز ہے (۱) جب وہ صدقات (کی وصولی) پر مستعین ہو (۲) جب اس نے اپنے مال سے اسے خریدا ہو (۳) یا وہ مقروض ہو (۴) یا وہ اللہ کے راستہ میں غازی ہو۔ (۵) یا زکوٰۃ لینے والا مسکین اسے بطور ہدیہ کے غنی کو دے۔ اور آٹھ میں غنی اور تندرست کام کاج کے قابل شخص دونوں کو زکوٰۃ کے نااہل قرار دیا گیا ہے۔ لیکن فقہاء عام طور پر جہاں غنی کو زکوٰۃ سے محروم سمجھتے ہیں وہاں تو انا فقیر کو مستحق گردانتے ہیں۔ وان الفقیر اذا كان قویاً مکتباً فحل له اخذ الصدقة ولا یحل له السؤال اللہ۔ یعنی تو انا کام کرنے کے قابل فقیر کے لئے زکوٰۃ لینا جائز ہے مگر سوال کرنا جائز نہیں۔ حضور صلعم نے تو انا فقیر اور غنی کو آٹھ حدیثوں میں ہم پلہ رکھا تھا۔ پھر فقہاء کرام نے ان میں تفریق کیوں کی؟ مجھے اس کی ایک ہی وجہ سوجھتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ان بزرگانِ دین نے ان احادیث میں لفظ صدقہ سے زکوٰۃ نہیں بلکہ خیرات معنی لئے ہیں۔ پس ہٹھ کئے فقیر کو خیرات دینا منع ہے لیکن زکوٰۃ میں وہ حصہ دار ہے۔ اگر یہ خیال درست ہے تو غنی کو زکوٰۃ ملنے کے بارے میں صرف ایک ہی حدیث رہ جاتی ہے۔ یعنی وہ جو ابو سعید خدریؓ کی طرف منسوب ہے اور جس کے مطابق زکوٰۃ کے محکمہ میں کام کرنے والے مقروض اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے کو زکوٰۃ مل سکتی ہے، گو وہ غنی ہی ہو۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ارشاد کے مطابق کئی صورتوں میں غنی کو زکوٰۃ دینا روا ہے۔ ان کے علاوہ ایک اور صورت بھی ہے جس سے غنی کو خارج نہیں رکھا جاسکتا اور وہ ہے تالیفِ قلوب

لہ تصدقة الفقہاء للنسہ قندی ص ۹۱۵

لہ ص ۹۲۰

کا صیغہ امام ابو الحسن ماوردی نے اس کی چار قسمیں بتائی ہیں :-

(۱) جن کو مسلمانوں کی اعانت پر آمادہ کرنے کے لئے دیا جائے۔

(۲) جن کو مسلمانوں کی اذیت سے روکنے کے لئے دیا جائے۔

(۳) جن کو اسلام کی رعنت دلانے کے لئے دیا جائے اور

(۴) جن کو اس لئے دیا جائے کہ ان کی قوم اور قبیلے والے اسلام کی طرف مائل ہوں۔ سوائے شق

(۳) کے باقی شقوں میں اور خاص کر شق (۴) کے تحت قبیلہ کے صاحب اقتدار لوگ ہی زیادہ کار آمد

ہو سکتے ہیں اور اگر عطا کو فقیر و مسکین تک ہی محدود رکھنا ہے تو ان مقاصد میں کامیابی منسکوک ہی نہیں

بلکہ ناممکن ہوگی۔ امام غنبل کا مذہب بھی یہی ہے کہ ”المولع هو السيد المطاع في عشيرة من يرحى

اسلامه او يخفى شراً“^{۱۲} یعنی مولع سے مراد قبیلہ کا سردار ہے جس کے اسلام قبول کر لینے کی امید

کی جاتی ہے یا جس کی دشمنی سے ڈرا جاتا ہے۔ چنانچہ مولفۃ القلوب کے صیغہ میں بھی فقر کی شرط کا اعلان نہیں

ہو سکتا۔ سنن ابی داؤد میں کتاب الزکوٰۃ میں ”باب من يعطى الصدقة وحده الغنى“ کے تحت لکھا ہے

کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے مال میں سے کچھ مانگا۔ آپ نے فرمایا: بلاشبہ

اللہ تعالیٰ نے صدقات کے معاملہ میں کسی نبی یا غیر نبی کا فیصلہ پسند نہیں فرمایا یہاں تک کہ خود ہی اس کے

مصارف متعین کر کے حکم صادر فرمایا جس کے آٹھ اقسام بیان کئے۔ اگر تم ان اقسام میں داخل ہو تو میں

تمہیں دے سکتا ہوں ورنہ نہیں۔ اس روایت میں یہ بات قابل غور ہے کہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے

سائل سے یہ نہیں پوچھا کہ کیا تم فقیر ہو؟ بلکہ یہ دریافت فرمایا کہ آٹھ مصارف میں سے کس کے تحت آتے ہو؟

یعنی ان آٹھ کی آزادانہ حیثیت کو قبول فرمایا۔ ایکنائڈز^{۱۳} نے منہاج کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایک حدیث

کے مطابق ایک طالب علم کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ گو اس کے پاس چالیس سال کا خرچ موجود ہو۔ پس یہاں

یہ عیاں ہو جانا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے احکام کے مطابق کئی صورتوں میں غنی کو

زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ یعنی فقر کی شرط قطعی نہیں ہے اور نہ اجازت ”عالمین علیہا“ تک محدود

^{۱۲} کتاب الفقہ علی المذاهب الا ربعة الجزء الاول ص ۹۲۴

^{۱۳} AGHNIDES, MUHAMMADAN THEORIES OF FINANCE P.455

ہے جیسا کہ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کا مذہب ہے ۴۷

(۸) اب آل ہاشم کو لیجئے: چودہ اصحاب سے احادیث منقول ہیں جن میں ان کو زکوٰۃ لینے سے منع کیا گیا ہے ۴۸ لیکن ان کی امداد خمس سے ہو کر تھی۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: واعلموا انما غنمتم من شیء فان لله خمسہ وللرسول ولذی القربی والیتامی والمساکین وابن السبیل (۸: ۴۱) یعنی "اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہوا اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور (ایک حصہ) آپ کے قربات داروں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ لیکن اگر کسی وجہ سے خمس سے امداد بند ہو جائے تو فقہاء کا فیصلہ یہ ہے کہ مستحق سادات کی امداد زکوٰۃ سے کی جاسکتی ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: - فاما آل محمد الذین جعل لهم الخمس عوضاً من الصدقة فلا يعطون من الصدقات المفروضات شیاً قل او کثر لا یحل لهم ان یاخذوها ولا یجزی عنہم یعطیہموا اذ عرفہم وان کانوا محتاجین وغیر مین ومن اهل السہمان وان حبس عنہم الخمس و لیس منعہم حقہم فی الخمس یحل لهم ما حرم علیہم من الصدقة ۴۹ یعنی "سادات کو جنہیں صدقہ کی جگہ خمس ملا ہے، زکوٰۃ فرض شدہ میں سے کچھ نہیں ملتا۔ نہ مقصوراً بہت۔ ان کے لئے حلال نہیں کہ وہ اسے لیں اور نہ دینے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ جانتے ہوئے سید کو زکوٰۃ دے۔ چاہے وہ سید محتاج یا مقروض یا کسی اور مانی ہوئی صنعت میں سے ہو۔ لیکن اگر کسی وجہ سے) خمس بند ہو جائے تو ایک ایسے سید کے لئے جس کا خمس میں حق تھا زکوٰۃ جو پہلے) حرام تھی (اب) حلال ہو جائے گی۔" مجمع کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کا بھی یہی مذہب تھا ۵۰ یعنی متعدد احادیث میں صریح ممانعت کے ہوتے ہوئے فقہاء کرام کا فیصلہ یہ ہے کہ سید کو موجودہ زمانے میں زکوٰۃ دی جاسکتی

۴۷ ستر آں میں نظام زکوٰۃ مصنفہ مولانا مفتی محمد شفیع صاحب۔ ص ۵۰

۴۸ تعفۃ الفقہاء للسرر قندی۔ ص ۶۲۱

۴۹ الام۔ ج ۲ ص ۶۹ (طبع ۱۳۲۱ھ)

۵۰

AGHNIDES, MUHAMMADAN THEORIES OF FINANCE.

ہے کیونکہ غسن سے امداد کا ذریعہ بند ہے۔

(۹) غیر مسلم کو زکوٰۃ سے محروم کرنے کی وجہ ان ہدایات کا آخری ٹکڑا ہے جو حضرت معاذ کو مین بھیجے ہوئے دی گئی تھیں اور جو اوپر پیرا الف میں منقول ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں: فبین فی قصۃ معاذ ان هذا فی المسلمین عامۃً لہ لیکن جیسا پہلے عرض کیا جا چکا ہے، اس روایت میں زکوٰۃ کے عام اثر کو ظاہر کیا گیا ہے۔ اور اس کے ظاہری اور فطری معنوں پر اس قدر اصرار درست نہیں۔ مؤلفۃ القلوب کے بارے میں مالکیہ مذہب یہ ہے: ہم کفر... والتحقیق انہ اذا دعت حاجۃ الاسلامی استئلاف الکفار ما عطا من الزکوٰۃ ولا فلا... ویلحق بہ الجاسوس ولو کافرًا لہ یعنی "اس سے مراد کفار ہیں... اور تحقیق یہ ہے کہ جب اسلام کو کفار کے تالیف قلوب کی ضرورت ہو تو انھیں زکوٰۃ میں سے دیا جاسکتا ہے ورنہ نہیں... اور اس سے جاسوس کو بھی مل سکتا ہے گو وہ کافر ہی ہو؟" مخالف کا مسلک یہ ہے:- المؤلف هو السید المطاع فی عشیرۃ ممن یرجى اسلامہ ونیخی شریۃ لہ یعنی مؤلف سے مراد وہ سردار مطاع ہے اس قبیلہ کا جس کے اسلام لانے کی امید ہو اور جس کے شر سے ڈر ہو۔ گویا امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تالیف قلوب اور جاسوسی کی خاطر زکوٰۃ کافر پر خرچ کی جاسکتی ہے۔ یعنی اصولاً کافر زکوٰۃ سے خارج نہ رہا۔ قاضی ابو یوسفؒ لکھتے ہیں:-

حدثنی عمر بن نافع عن ابی بکر قال عمر بن نافع نے ابی بکر سے روایت کی کہ حضرت عمرؓ

مرعہ بن الخطابؓ بیاب قوم وعلیہ قوم کے دروازے سے گزرے اور اس پر ایک بہت

سأل یسأل شیخ کبیر ضریر البصر فصر بہ بڑھے نابینا سوالی کو دیکھا آپ نے پیچھے سے اس کے بازو

عندہ من خلفہ وقال من احمی کو ہلایا اور پوچھا کہ تم کون سے اہل کتاب ہو؟ اس نے

اہل الکتاب انت؟ فقال: یہودی کہا یہودی ہوں۔ آپ نے پوچھا تمہیں مانگنے پر کس چیز

قال: فما أجب الی ما اری۔ قال: نے مجبور کیا۔ اس نے کہا جزیہ ادا کرنے کے لئے اور اپنی

لہ الام - الجزء الثانی - ص ۹۱

لہ کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعۃ تالیف عبد الرحمن الجزیری ص ۶۲۳ و ۶۲۴

لہ کتاب الخراج مفصل فی من تجب علیہ الجزیہ - ص ۷۲

الجزية والحاجة والسؤال
 فاخذ عمر بيده وذهب به الى منزله
 فرضخ له بشئ من المنزل شعرا سل الى
 خازن بيت المال وقال انظر هذا او ضرباء
 فوالله ما انصفنا ان اكلنا شبيبته ثم نخذله
 عند الهرم۔ انما الصدقات للفقراء و
 المساكين والفقراء هم المسلمون وهذا
 من المساكين من اهل الكتاب وضع عنه
 الجزية ومن هنر بائنه قال قال ابو بكر
 اننا شهدنا ذلك من عمر ورايت
 ذلك الشيخ ۲۱

حاجات پورا کرنے کے لئے بوڑھاپے میں مانگتا پھر تا ہوں۔
 ابو بکر نے کہا پھر (حضرت) عمر رضی عنہ اس کا ہاتھ پکڑ لیا
 اور اپنے ٹھکانے پر لے گئے اور اسے کچھ چیز دی۔ پھر خزانچی
 کو بلایا اور کہا کہ اس کی اور اس قسم کے اور لوگوں کی خبر گیری
 کرو۔ خدا کی قسم ہم نے انصاف نہیں کیا۔ ہم اس کی جوانی
 سے فائدہ اٹھاتے رہے اور اب بڑھاپے میں اسے بے سہارا
 چھوڑ دیں۔ (پھر آپ نے پڑھا) تحقیق زکوٰۃ ہے فقراء
 کے لئے اور مساکین کے لئے (اور فرمایا) فقراء مسلمان ہیں
 اور یہ شخص مساکین اہل کتاب میں سے ہے اور اس پر سے اور
 اس جیسے دوسروں سے جزیہ ساقط کر دو۔ راوی نے کہا کہ
 ابو بکر نے کہا کہ میں حضرت عمر کے واقعہ کا خود شاہد ہوں اور
 میں نے اس بڑھے کو دیکھا ہے۔

اس روایت کے مطابق غیر مسلم اہل کتاب محتاج مساکین کے زمرے میں شامل اور زکوٰۃ کے حقدار ہیں۔
 (۱۰) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کے کئی ایسے واقعات ہیں جن میں غیر مسلموں کو عطیے دیئے
 گئے مگر کہا جاتا ہے کہ یہ اختیاری صدقہ یا غنیمت وغیرہ سے ہوتا تھا۔ مثلاً امام شافعیؒ فرماتے ہیں: ولا
 بأس ان يتصدق على المشرک من النافلة وليس له من الفريضة من الصدقة حق ۲۲ یعنی اس
 میں کوئی حرج نہیں کہ مشرک پر نفل صدقہ میں سے خرچ کیا جائے لیکن فرض صدقہ (یعنی زکوٰۃ) میں اس کا
 کوئی حق نہیں۔ سمرقندی لکھتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام محمد کا بھی یہی مسلک ہے ۲۳ جب غنیمت اور
 فے کی عدم موجودگی کی وجہ سے سید کے بارے میں حضورؐ کی صریح ممانعت کو نظر انداز کیا جاسکتا ہے تو غیر
 مسلم کے بارے میں کوئی ممانعت موجود ہے تو اسے بھی حالات کی تبدیلی کی وجہ سے ساقط سمجھنا چاہیے۔ (باقی)

۲۱ کتاب المزاج فصل فی من تجب علیہ الجزیہ ص ۷۲

۲۲ تحفۃ الفقہاء ص ۶۲۹

۲۳ الامم المحر۔ والثانی ص ۶۱